© rasailojaraid.com

جناب ریاض الحسن نوری

عوام کا سب سے بڑا دشمن کون؟

معاشی خوشحالی کا نسخہ:

سردست ہم مختصراً چند جدید اور اہم معاشی مسائل کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام سے باغی دولت مندوں کو چھوڑ کر جو سود، قمار بازی وغیرہم جیسے ناجائز کاروبار میں ملوث ہیں۔ ہم متوسط اور غریب طبقے کے بعض مسائل کو لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف اعلان کر دیا ہے کہ کسی شخص یا گروہ کو دوسرے کا مال لینے یا چھیننے کی اجازت نہیں۔ قرآن میں اس کی سزا بھی بیان کر دی گئی ہے۔ یعنی چوری سے مال لینے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور زبردستی لینے والے یعنی ڈاکہ مارنے والے کا ایک ہاتھ اور دوسری جانب کا پیر کاٹا جائے گا۔

یاد رہے کہ چوری صرف امیر کی ہی نہیں ہوتی بلکہ اگر آپ چوریوں کا فیصد تناسب نکالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ۸۰ سے زیادہ چوریوں میں نقصان اٹھانے والے غریب لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ غریبوں کی کثرت ہے۔ جیب ان کی نہیں کٹتی جن کی ذاتی کاریں ہوتی ہیں۔ بلکہ جیب ان کی کٹتی ہے جو غریب بھیڑ بکریوں کی طرح بسوں میں بھرے ہوتے ہیں۔ جاگیرداروں کے مویشی نہیں چرائے جاتے جن کے ہاں حفاظت کے لئے بہت سے نوکر موجود ہوتے ہیں، بلکہ مویشی اس غریب کے چرائے جاتے ہیں جو اکیلا ہوتا ہے اور دن بھر کی محنت سے تھک کر گہری نیند سو جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ رسہ گیری میں بڑے بڑے زمینداروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ رسہ گیروں اور جیب کتروں کی سرپرستی میں کون کون شریک ہوتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر ادلا داغوا رتی ہے تو غریبوں کی، امیروں کی نہیں - ان غریبوں کے لئے تو پولیس میں رپٹ درج کرانا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا - مگر یہ رپٹ بھی بیکار رہتی ہے کیونکہ پولیس کی کارکردگی معلوم ہے کہ سوائے زیردستوں اور بڑے لوگوں کے، عام انسان پولیس کی مدد سے مشکل ہی سے مستفید ہوتا ہے - اسلامی حکومت کے بنیادی اصولوں میں یہ بات شامل ہے کہ عدالت سے ہر ایک کو مفت انصاف ملے - مگر آج کی دنیا میں نام نہاد مسلمان حکومتیں کتنے اسلامی اصولوں پر عمل کر رہی ہیں؟ اسلام سے فرار قوم کا سب سے بڑا روگ ہے - اس سلسلے میں حکام سب سے زیادہ قصور وار ہیں - یہ اسلام کی بجائے مسخ شدہ عیسائیت یا یہودیت پر عمل کرتے ہیں - حکومت یہودیوں کی مانند سود دیتی بھی ہے اور لیتی بھی ہے اور اس طرح احکم الحاکمین سے بغاوت اور اعلان جنگ کے جرم کی مرتکب ہے - اس پر قرآن کی آیات دال ہیں - دوسری طرف کوئی غریب جوا کھیلے تو اس کو گرفتار کرکے جیل بھیج دیا جاتا ہے لیکن امیروں کو ریس جوئے اور ہوزی کے پرمٹ دیئے جاتے ہیں - یہ قرون وسطیٰ کے بدکار پادریوں کی پیروی ہے - جن میں سے کچھ تو کہتے تھے کہ گناہ کرکے آجاؤ اور ہمیں اتنا روپیہ دے دو تو گناہ معاف ہو جائے گا - دیگر پادری یہ کہتے تھے کہ اتنا روپیہ ہمیں دے دو تو پھر گناہ کرنے بھی رہو گے تو کوئی حرج نہ ہوگا - یہی حکومت کر رہی ہے -

شرعی سزائیں خود حضور کے زمانے میں دی جاتی رہی ہیں اور خلفائے راشدین نے بھی اس پر عمل کیا ہے - البتہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر معاملہ شبہ کا ہو تو حدود کو ساقط کر دیا کرو - اسی وجہ سے جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں سخت قحط پڑا تو آپ نے احکامات بھیج دیئے کہ قحط کے دوران ہاتھ نہ کاٹا جائے - اس سے آپ کا مقصد قرآنی حکم کو معطل کرنا نہیں تھا - بلکہ قحط کی وجہ سے قضاۃ کی توجہ خاص طور پر حدیث بالا کی طرف مبذول کرانا تھا اور نہ کسی خلیفہ کو تشریعی مقام حاصل نہ تھا اور نہ ہی قضاۃ حضرت عمرؓ کی ذاتی رائے کے پابند تھے قضاۃ نے آپ کے دور میں آپ کے فیصلوں کو رد کیا ہے اور آپ کے خلاف فیصلے سنائے ہیں - عدلیہ آزاد تھی - حضرت علیؓ نے ایک مقدمہ میں حضرت حسنؓ کو بطور گواہ پیش کیا تو قاضی نے گواہی قبول نہ کی اور حضرت علیؓ کے خلاف فیصلہ سنا دیا - جدید یاد دہانی کی وجہ یہ تھی کہ اس بات کا توی امکان تھا کہ مال لینے والے کی نیت چوری کی نہ ہو بلکہ بھوک سے مجبور ہو کر کسی نے ایسا کیا ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جامع الصغیر ص۹۹۱۶ میں ایک اور حدیث یہ بھی ہے کہ :

"لا قطع فی زمن المجاعۃ"

یعنی قحط کے زمانہ میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

اسلامی حکومت چونکہ بہت رحمدل ہوتی ہے۔ اس لئے آپ نے یہ حکم بھی بھیج دیا کہ اس سال مویشیوں کی زکوٰۃ بھی وصول نہ کی جائے اور اکٹھی اگلے سال وصول کر لی جائے۔ خود حضرت عمرؓ نے گھی اور گیہوں کا استعمال بند کر دیا حالانکہ اس سے آپؐ کو پیٹ کی تکلیف بھی لاحق ہو گئی۔ اور اونٹ ذبح کرا کر لوگوں میں اس کا گوشت تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہ واقعات ابو عبید کی کتاب الاموال اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں درج ہیں۔ مال کی منتقلی کی جائز صورت یہی ہے کہ ہبہ کیا جائے یا معروف شرعی طریقہ پر خرید و فروخت ہو۔ مگر اس کے لئے بنیادی شرط باہمی رضامندی ہے۔ قرآن نے اعلان کر دیا ہے :

"الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم" (النساء : ۲۹)

یعنی اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔ لیکن جو تجارت یا خرید و فروخت باہمی رضامندی سے ہو تو اس میں مضائقہ نہیں!

مگر افسوس ہے کہ ایسی حکومت جس کے اساطین قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور شریعت کے سپہ سالار بنتے ہیں، اس نے خود قرآن مجید کے مذکورہ بالا حکم کو معطل کر دیا ہے۔ ایک طرف کہا جاتا ہے کہ دیہات میں ایسی کاٹیج انڈسٹریاں ہونی چاہئیں، جہاں کسان فالتو وقت میں کچھ مزید آمدنی کا سلسلہ کر سکیں۔ دوسری طرف جن علاقوں میں چینی کے کارخانے ہیں، وہاں کے کسانوں کو گھریلو طور پر گڑ بنانے سے روک دیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کو قید کی سزا دی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ کسان جس نے صرف دو کنال گنا لگایا ہوتا ہے، اس کو بھی گڑ بنانے کی اجازت نہیں ملتی چاہے وہ گھریلو استعمال کیلئے ہی کیوں نہ ہو۔ ان کسانوں پر یہ لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنا تمام گنا ایک مقررہ ریٹ پر چینی کے کارخانوں کو سپلائی کریں۔ جو سرمایہ داروں کی ملکیت ہیں۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ چینی کی بھاری مقدار ملک سے باہر سمگل کر دی جاتی ہے جس میں درآمدی چینی بھی شامل ہے۔ اس طرح اندرون ملک گڑ اور چینی دونوں کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے اور قرآنی احکام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی خلاف ورزی کی سزا اس عذاب الٰہی کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔

شرع محمدی اور مساوات محمدی کی رُو سے کسی غریب کسان کو گڑ بنانے سے نہیں روکا جاسکتا۔ اس طریقہ سے کسان کے بیلوں کا بیکار وقت اور خود کسان کا فالتو وقت (LABOUR HOURS) بھی کام آجاتا ہے۔ اور ایندھن کے لئے گنے ہی کا پھوگ استعمال کر لیا جاتا ہے۔ مزید یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ جدید سائنسی تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے کہ چینی بنانے میں کئی صحت مند اجزا ضائع ہو جاتے ہیں اور اس کے استعمال سے ذیابیطس کے مرض کا خطرہ بھی لاحق رہتا ہے۔ جبکہ گڑ کے استعمال سے انسان ذیابیطس سے بھی محفوظ رہتا ہے اور نفع بخش اجزا ضائع بھی نہیں ہونے پاتے۔

غرض اس حکم سے کسان اور عوام کو جانی و مالی دونوں طرح کے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ اور غریبوں کو اپنی مالی حالت بہتر کرنے سے الگ روکا جارہا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حکومت چینی کے کارخانے بند کر دے۔ مگر یہ ضرور کہتے ہیں کہ تجارت کو آزاد رکھا جائے اور غریب کسان کو بھی آزاد رہنے دیا جائے کہ وہ چاہے تو گڑ بنائے اور چاہے جہاں اپنا گنا فروخت کرے اور اپنی محنت کا عوض آزادانہ طور پر حاصل کرے۔ پھر یہ بات بھی سوچنے کے قابل ہے کہ گڑ بنانے کا کام غریب کسان کرتے ہیں۔ جاگیردار نوبل کے حصے دار بنتے ہیں۔ مگر غریبوں کی نام نہاد حامی عوامی حکومت غریب کسان پر ظلم کر کے کارخانہ دار کا سرمایہ زیادہ کرتی ہے۔

۵۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور دیگر ابلاغ عامہ سے عوام پر واضح کرے کہ صحت کے لئے گڑ چینی سے کہیں زیادہ مفید ہے اور یہ کہ آٹا چھاننے سے وٹامن بی ضائع ہو جاتی ہے۔ اور انسان کو کئی بیماریوں کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ پس میدہ پر بغیر چھنے آٹے کو ترجیح دی جائے۔ اسی طرح یہ واضح کیا جائے کہ سگریٹ وغیرہ انسانی صحت کے لئے بھی سخت مضر ہیں اور اس میں مال کا بھی ضیاع ہے۔ حکومت اس زہریلی چیز سے عوام کو بچانے کی پوری پوری کوشش کرے۔ بسوں اور ریل گاڑیوں میں پبلک مقامات پر وہ تمباکو نوشی حرام قرار دے دے۔ بہت سے غریب اپنی کمائی کا ایک حصہ اس زہریلی چیز پر ضائع کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا استحصال کرتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ اصل صورت حال واضح کرے اور حکام خود بھی اس کی عملی مثال قائم کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فراخی رزق کے سلسلے میں قرآنی نظام بہت اہمیت رکھتا ہے ۔ یہی بات لیاقت علی خاں نے اپنے ایک اعلان میں بھی کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :

۱ - استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنٰت ویجعل لکم انھارا ۔ مالکم لا ترجون للہ وقارا ۔ (نوح - ۱۳)

یعنی نوحؑ نے قوم سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا، تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ دے گا اور تمہارے لئے نہریں بنا دیگا۔ تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے امیدوار نہیں ہوتے۔"

۲ - ویٰقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا ویزدکم قوۃ الی قوتکم ولا تتولوا مجرمین ۔ (ھود - ۵۲)

یعنی اے میری قوم تم خدا سے گناہوں کی بخشش طلب کرو اور توبہ کرکے اللہ کی طرف متوجہ رہو۔ وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو قوت دے کر تمہاری قوت میں اضافہ کریگا۔ پس تم مجرم بن کر اللہ سے منہ مت موڑو !"

۳ - ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ ۔ (الطلاق - ۳)

یعنی "جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے تو اللہ اس کو کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے۔"

مذکورہ بالا آیات سے واضح اور یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ معاشی خوشحالی، جسمانی خوشحالی اور نفسیاتی صحت اور خوشی کے لئے اللہ سے ڈرنا، اس پر بھروسہ کرنا، نیز اس سے گناہوں کی معافی طلب کرکے اس کی فرمانبرداری کرنا ضروری ہے۔ جو ان آیات پر یقین نہیں رکھتا، اس کو ہرگز مسلمان نہیں کہا جا سکتا، جو عملاً ان آیات سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انحراف کرتے ہیں اور جن کے اعمال واضح طور پر یہ ثابت کرتے ہوں کہ ان کا یقین قرآن پر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ اللہ کے کلام کو اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ اس کو آئین کی اولین اور فیصلہ کن شق بنایا جائے۔ تو ایسے لوگ چاہے منہ سے کچھ کہتے رہیں، بدیہی اور واضح طور پر منافق قرار پاتے ہیں۔ اور یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ رہبروں کی فریب کاری سے رہزنوں کا خلوص بہتر ہے۔

قرآن کے بعد حدیث کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپس میں ایک دوسرے کے حقوق معاف کر دیا کرو، مگر جب معاملہ عدالت تک پہنچ جائے تو حد واجب ہو جاتی ہے سنن نسائی و ابن ماجہ میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی حد کا قائم کیا جانا، زمین کے لوگوں کے لئے چالیس دن کی بارش سے زیادہ بابرکت ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ رزق کی کمی اور دشمن سے خوف کا سبب بنتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ پس جب حدود قائم کی جاتی ہیں اور اللہ کی اطاعت عام ہو جاتی ہے تو معصیت الٰہی میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور رزق بھی حاصل ہوتا ہے اور دشمن پر فتح بھی" (السیاسۃ الشرعیۃ ص۶۱)

پاکستان میں پچھلے چند سالوں سے خدا کی معصیت کا ارتکاب بڑھ گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر وقت پر بارش نہیں ہوتی یا بے وقت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ پچھلے دنوں سیلاب نے ہولناک تباہی مچائی اور اب دریاؤں میں پانی کی شدید کمی واقع ہو گئی ہے اور بجلی کا بحران بھی پیدا ہو گیا ہے، وبائی بیماریاں، فصلوں کو کیڑا لگنا اور زیادہ واضح الفاظ میں موجودہ کمر توڑ گرانی بھی اسی معصیت ہی کا نتیجہ ہے —— ایک اسلامی ملک میں اسلام کی بجائے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگنا بجائے خود ایک بہت بڑی معصیت ہے جس کا نتیجہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ مگر ابھی تک ہمیں عقل نہیں آئی اور یہی چیز اس کے عذاب الٰہی ہونے کا ثبوت ہے۔

اس کے برعکس سعودی عرب میں دیکھئے کہ وہاں حدود قائم ہونے کے بعد تیل نکلا

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

اور دولت کی فراوانی ہو گئی - اب یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ شکر کرتے ہیں اور فرمانبرداری کو جاری رکھتے ہیں یا ناشکری کر کے جرم معصیت کے مرتکب ہوتے ہیں -

ٹیکس :

آئیے اب ہم ٹیکس کے مسئلہ کو لیتے ہیں - اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو گا کہ غریب عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے غیر شرعی ٹیکس وصول کر کے اس سے افسر شاہی اور نوکر شاہی کے ایسے افراد کو تنخواہ دی جائے جو اس تنخواہ پر پل کر عوام کا استحصال کریں - اور پھر ان سے رشوت وصول کریں - غریب سے غریب کسان سے بھی مالیہ وصول کیا جاتا ہے اور اس سے پٹواریوں کو تنخواہیں دی جاتی ہیں - جو دونوں ہاتھوں سے غریب کسانوں کو لوٹتے ہیں - بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں کو یہ پٹواری سلام کرتے ہیں مگر غریبوں پر برستے ہیں اور ان کا استحصال کرتے ہیں - عوام سے ناجائز ٹیکس وصول کر کے وزراء ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں یا سپیشل ٹرینوں میں سفر کرتے ہیں - جبکہ عوام ٹوٹے ہوئے ڈبوں اور بسوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بھرے ہوتے ہیں - وزراء و سرکاری افسر قومی دولت کو دونوں ہاتھوں سے اڑاتے ہیں - ان کے باورچی خانہ کا فرق اور دیگر اخراجات انکی تنخواہوں سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں جو کسی شمار میں نہیں ہوتے - آج کل ایک وزیر کا خرچہ تیس یا چالیس ہزار روپیہ ماہوار بیٹھتا ہے - عوام سے ٹیکس لے کر ایسے پولیس افسروں کو تنخواہ دی جاتی ہے جن کی ملی بھگت سے جوئے خانے اور قحبہ خانے چلتے ہیں - اور جن کی چشم پوشی سے چوریاں ہوتی ہیں، جیبیں کتری جاتی ہیں، منشیات کا کاروبار ہوتا ہے، فریب سب ہی سرکاری و غیر سرکاری محکموں کا یہ حال ہے - بے ایمان بدکار شرابی پھلتا اور پھولتا ہے مگر ایماندار نکو بن جاتا ہے - اس صورتِ حال کی بنا پر ہمارے دور کی حکومتیں جبر اور ظلم کے بدترین ادارے بن کر رہ گئی ہیں - یہ سب وحی الٰہی سے اعراض کی سزا ہے جو قوم کو مل رہی ہے -

حضرت امیر معاویہ ؓ کے زمانے میں زیاد نے اعلان کر رکھا تھا کہ جس کا مال چوری ہو گا میں اس کا ضامن ہوں گا - مگر بیسویں صدی کے نام نہاد ترقی یافتہ زمانہ کا یہ حال ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راقم الحروف کی تین مرتبہ چوری ہو چکی ہے لیکن جتن کر کے رپورٹ تو کرا دی مگر پولیس نے کچھ نہ کیا۔ ع

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں راہزن کو

اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ حکومت کو کوئی بھی ایسا ٹیکس لگانے کی شرعی اجازت نہیں جس کی زد بلا واسطہ یا بالواسطہ مسکینوں کی جیب پر پڑتی ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے پچیس سال سے آج تک حکومتیں غریبوں کے لئے مگر مچھ کے آنسو بہاتی رہی ہیں اور ایسے ٹیکس بھی عاید کرتی رہی ہیں جس سے غریب کے استعمال کی چیزوں کی قیمت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ فعل مسکینوں اور غریبوں کی جیب کاٹنے کے مترادف ہے۔ اسی وجہ سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ غیر شرعی محصول یا ٹیکس لینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا:

"لا یدخل الجنة صاحب مکس" (رواہ ابوداؤد، احمد، دارمی، حاکم وغیرہم)

اس گناہ کو امام ذہبی نے کبیرہ قرار دیا اور کہا ہے کہ اس میں ڈاکہ مارنے سے مشابہت ہے اور غیر شرعی ٹیکس لینے والا چور سے بدتر ہے "ھو شر من اللص" (صفحہ ۲۴۹ نیفں المقدیر جلد نمبر ۶)

اس سے ثابت ہوا کہ پٹرول پر ڈیوٹی لگانے سے اگر بس کا کرایہ بڑھتا ہے تو یہ ڈیوٹی حرام ہے۔ حکومت کی سہولتیں امراء کے لئے ہیں۔ ایک شخص ایک لاکھ روپیہ سرکاری بنک میں جمع کراتا ہے۔ حکومت اسے بیت المال سے ساڑھے بارہ ہزار سود سالانہ دیتی ہے، زکوٰۃ نہیں لیتی اور انکم ٹیکس معاف کر دیتی ہے۔ یہ بیت المال سے چوری کر کے امیروں کو بانٹنے کے مترادف ہے۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ غریبوں کی ہمدردی کا دم بھرا جائے۔ مگر ان سے ٹیکس لے کر اس سے وزیروں، مشیروں اور افسروں اور امیر و غنی طبقہ کو ٹھاٹھ فراہم کئے جائیں۔[1] حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر میں گھر سے کھاتا پیتا ہونگا تو بیت المال سے کچھ نہ لوں گا۔ اور اگر دوسرے ذرائع آمدنی نہ ہوں گے (یا ناکافی ہوں گے) تو متوسط درجہ کی خوراک، لباس وغیرہ کی رقم بیت المال سے لوں گا۔ طبقات ابن سعد وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ موت سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا کہ خلیفہ

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کے بعد سے مجھے بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے۔ حساب کرنے سے پتہ چلا کہ چھ ہزار درہم یعنی تقریباً ڈیڑھ ہزار روپے۔ حکم دیا کہ میری فلاں زمین بیچ کر یہ روپیہ بیت المال کو واپس کر دیا جائے۔

حضرت عثمان رضؓ نے اپنے تمام دورِ خلافت میں نہ تو کبھی تنخواہ لی نہ بیت المال سے سفر خرچ یا کھانے پینے کا خرچہ لیا۔ یہ تھا اسلامی سربراہان مملکت کا حال، اور اب ذرا، مساواتِ محمدی کے علمبرداروں کے متعلق سنئے:

کافی عرصے سے حزبِ اختلاف کے بعض اخبارات میں اس کا ذکر پڑھنے میں آ رہا تھا کہ اسلام آباد میں صدر کا محل پانچ کروڑ روپے کی رقم سے تعمیر ہو رہا ہے اور اس کیلئے اعلیٰ لکڑی باہر سے درآمد ہو رہی ہے لیکن اس بات پر یقین مشکل سے آتا تھا کہ جو حکومت ہر وقت غریبوں کے غم میں گھلی جا رہی ہو اور مساواتِ محمدی کا بار بار ذکر کرتی ہو وہ پانچ کروڑ کا محل تیار کرے گی۔ ہم یہی سوچتے تھے کہ ایسا کھلا تضاد ممکن نہیں یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔ لیکن جب ۳ر اگست ۱۹۷۳ء کے مشرق میں یہ خبر پڑھی کہ واقعی ایسا ہی ہو رہا ہے اور صدر مملکت کی رہائش گاہ پر پانچ کروڑ سے بھی زائد خرچ ہوں گے۔ اس کی تعمیر مارچ ۷۱ء میں شروع ہوئی تھی اور ابھی تک صرف ایک تہائی کام ختم ہوا ہے تو راقم الحروف کو یقین آ گیا۔

اب ذرا سوچئے کہ یہ مساواتِ محمدی کی کونسی قسم ہے جو آج تک پڑھنے سننے میں نہ آئی ہم نے تو یہ پڑھا ہے کہ ازواج مطہرات رضؓ کے مکانات محض ایک چھوٹے سے حجرہ پر مشتمل ہوتے تھے، اسی کے ایک کونہ میں غسل بھی کر لیا جاتا تھا اور اگر مہینہ بعد کہیں چولھا جلاتے

؎ روزنامہ ڈان مورخہ ۱۰ر اپریل ۱۹۷۳ء کے تیسرے صفحہ پر (ANALYST) کے نام سے ایک مضمون چھپا ہے۔ اس میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ بلا واسطہ ٹیکسوں کا اصل بوجھ غریب طبقے پر پڑتا ہے۔ اور یہی لوگ روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی مہنگائی سے متاثر ہوتے ہیں۔ پس غریب طبقے پر اثر ڈالنے والے بلا واسطہ ٹیکس ظلم عظیم ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی نوبت آجاتی تو چیتھڑا بھی ایک کونے میں جلالیا جاتا - ان حجروں میں سے بعض کی چھت کھجور کے پتوں یا پرانے کمبلوں کی ہوتی تھی - اگر بارش ہوتی تو اس سے بچنا مشکل ہو جاتا تھا -

حضرت عمرؓ کے دور میں اگرچہ قیصر و کسریٰ کی دولت مدینہ آ رہی تھی مگر آپؓ اپنے عمال کو چھنا ہوا آٹا کھانے کی بھی اجازت نہ دیتے تھے، ترکی گھوڑے پر سواری اور باریک کپڑے کا لباس بھی ان کے لئے ممنوع تھا - ایک عامل نے مکان میں ڈیوڑھی بنا کر دربان رکھ لیا - آپؓ نے ڈیوڑھی کو آگ لگا دی، دربان ہٹا دیا اور عامل کو سزا دی -

نوائے وقت (۲۳ دسمبر ۷۴ء) میں ملک قاسم صاحب کا ایک بیان ملاحظہ فرمائیے :

"مسٹر بھٹو غریب ملک کے مہنگے وزیر اعظم ہیں، ایوب خاں مرحوم پر گیارہ لاکھ روپے سالانہ خرچ ہوتے تھے، موجودہ وزیر اعظم پر نصف پاکستان کے باوجود ۹۶ لاکھ روپے صرف ہو گئے ہیں"

یہ ۹۶ لاکھ روپے کہاں سے آئے؟ غریبوں پر ٹیکس لگا کر، پٹرول پر ٹیکس لگا کر! اور اس کے نتیجہ میں اگر بسوں کے کرائے بڑھتے ہیں تو بڑھا کریں، حکومت کو اس سے کیا ! ——— ہم تو یہ سوچتے ہیں کہ حضرت عمرؓ آج ہوتے تو کیا کرتے ؟

اسلامی حکومت میں بیت المال سب مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہوتا ہے - پس ظاہر ہے کہ جب تک ملک میں کوئی مسلمان بھوکا ننگا ہے اس وقت تک بیت المال میں سب سے پہلا حق اس بھوکے مسلمان کا ہے - اور اگر ملک میں کوئی بھی بھوکا یا ضرورت مند نہ رہے، تب بھی حکام کے ٹھاٹھ باٹھ کیلئے بیت المال سے خرچ کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ ضیاع مال اسلام میں حرام ہے - اور فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن شیطان کا بھائی قرار دیتا ہے - کوئی شخص یہ نہ کہے کہ آج زمانہ بدل چکا ہے، زمانہ میں جو تبدیلی ہوئی ہے وہ ہمارے مؤقف کے حق میں ہے -

حضرت عمرؓ کے دور میں رومی فوجوں کے سردار یعنی عیسائی پانچ یا پانچ ہزار کا صرف کمربند استعمال کرتے تھے مگر اس دور میں بھی حضرت عمرؓ جب بیت المقدس گئے تو اس عالم میں کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپ پیدل چل رہے تھے - جب آپؓ نے رومیوں سے ملاقات کی تو آپ کے لباس میں چودہ پیوند تھے - پس بدلے ہوئے زمانہ کا بہانہ ہمارے سامنے بیکار ہے -

اگر بیت المال سے حکام کا ٹھاٹھ باٹھ جائز ہوتا تو اس کی حضرت عمرؓ کے دور میں زیادہ گنجائش تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ اس زمانہ میں دستور بھی تھا۔ آج مصر، لیبیا اور چین کے صدر سادہ مکانوں میں رہتے ہیں، سادہ زندگی بسر کر رہے ہیں تو مساواتِ محمدی کے علمبرداروں کے لئے ٹھاٹھ باٹھ کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ جب چین کے بڑے بڑے حکام عام بسوں میں عوام کے ساتھ سفر کر سکتے ہیں تو مساواتِ محمدی کے نعرہ باز لیڈروں اور علمبرداروں کو عام بسوں اور عوام ایکسپریس میں سفر کرنے سے کیوں انکار ہے۔ آخر ان کو مساواتِ محمدی کے کون سے اصول سے ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں یا سپیشل ٹرینوں میں سفر کرنے کی دستاویز مہیا ہوئی ہے؟ یہ مساواتِ محمدی سے کھلا مذاق ہے۔

عربی میں ظلم کی تعریف "وضع شیئ علی غیر محلہ" ہے۔ یعنی کسی چیز کو غلط مقام پر رکھنا۔ اس معنی کے لحاظ سے بیت المال سے ٹھاٹھ کرنے والے سب حکام ظالم ٹھہرتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ظالم حکام کو ہوگا۔ اسلام میں تو دریا کے کنارے بیٹھ کر فضول پانی استعمال کرنا جائز نہیں۔ وضو میں بھی تین بار سے زیادہ کسی عضو کو دھونا درست نہیں ——— اسلام اقتصادیات کا بہترین معلم ہے۔

مساواتِ محمدی کے علمبرداروں سے ہمارا آخری سوال یہ ہے کہ حضور کو زندگی میں اگرچہ بیشمار کامیابیاں حاصل ہوئیں، فتح و کامرانی نے بارہا آپ کے قدموں کا بوسہ لیا لیکن آپ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں ان مکمل اور شاندار کامیابیوں پر کتنے جشن منائے اور بیت المال سے کتنے کروڑ روپیہ خرچ کیا؟ ——— شبلی کی "الفاروق" سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس دور میں قیصر و کسریٰ کی دولت مسلمانوں میں تقسیم ہو رہی تھی تو حضرت خالدؓ، فاتح ایران و شام نے ایک ہزار روپے کسی شاعر کو انعام دیا تو حضرت عمرؓ نے آپ کو یہ کہتے ہوئے معزول کر دیا کہ اگر تم نے یہ رقم بیت المال سے دی ہے تو خیانت کی ہے اور اگر جیبِ خاص سے ادا کی ہے تو فضول خرچ کی ہے دونوں صورتوں میں معزولی کے لائق ہو۔ غرض باوجود آپؓ کے مرتبے اور خدمات کے حضرت خالدؓ کے گلے میں پگڑی ڈال کر آپ کو معزول کر دیا گیا اور مدینے لایا گیا ——— اس ایک واقعہ سے ناظرین قیاس کر سکتے ہیں کہ جشنوں پر روپیہ بہانا کتنا عظیم جرم یا کتنی عظیم نیکی ہے۔ علاوہ ازیں کھیلوں پر اربوں روپیہ خرچ کرنا بھی ظلم عظیم ہے جب کہ ایک غریب آدمی بنیادی ضروریاتِ زندگی تک سے محروم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرضیکہ وہ تمام اخراجات جو شرعی طور پر حرام ہیں، فوری طور پر بند کر دینے چاہئیں اور غیر شرعی آمدنیاں بھی جو حکومت کے خزانے بن رہی ہیں یا کسی ادارہ یا شخص کے پاس ہیں ان کو بے کہ غرباء میں شرع محمدی کے مطابق تقسیم کر دینا حکومت کی ذمہ داری ہے ——— غریبوں کی بھلائی کے لئے زکوٰۃ وصول کر کے اس کو نصوصِ قرآنی کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ حکومت کو صدقات کا فنڈ بھی کھولنا چاہیئے جہاں کہ نفلی صدقات اور خیرات کی رقوم جمع کرائی جا سکیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ عوام کی نظروں میں حکومت کا وقار اتنا بلند ہو کر لوگ یہ یقین رکھیں کہ حکومت ان رقوم کو ان سے زیادہ بہتر طریق پر خرچ کرے گی اس طرح نہ صرف لوگ بڑھ بڑھ کر نفلی صدقات جمع کرائیں گے بلکہ حکومت کو قبولیتِ عامہ اور عوامی حکومت کا درجہ بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

زرعی پیداوار سے عشر اور نصف عشر وصول کر کے غرباء میں تقسیم کرنا بھی حکومت کا فرض ہے۔ مویشیوں کی زکوٰۃ بھی حکومت کو وصول کر کے غریبوں میں تقسیم کرنی چاہیئے۔ جو نام نہاد مسلم حکومتیں ایسا نہیں کرتیں وہ غریبوں پر ظلم کی مرتکب ہو رہی ہیں اور ان کے حقوق سے ان کو محروم رکھنے کا موجب بن رہی ہیں ——— لیکن حکام زکوٰۃ وغیرہ صرف اسی صورت میں وصول کر سکتے ہیں جبکہ وہ نماز باجماعت اور دوسرے ارکانِ دین کی پابندی کریں۔ اگر ایسا نہیں تو وہ عوام سے کچھ بھی وصول کرنے کے روادار نہیں ہیں۔

اسلام کا درخشاں ماضی:

گذشتہ دور کی مسلم حکومتیں چاہے خلفائے راشدین کے مقرر کردہ معیار سے کتنی ہی فروتر رہی ہوں مگر تاریخ سے یہ ثابت شدہ امر ہے کہ غرباء پروری ہمیشہ ہوتی رہی ہے۔ خلفائے راشدین سے لے کر بنو عباس تک اور اس کے بعد کی مسلمان حکومتوں کا بھی یہ اصول رہا ہے کہ وہ یا تو غریب کو کام مہیا کریں یا ان کی ضروریات کا انتظام کریں۔ فلاحی ریاست کا تصور دنیا نے مسلمانوں سے ہی سیکھا ہے یہ الگ بات ہے کہ اغیار نے اس میں ظلم کی آمیزش کر دی۔ مامون الرشید کے متعلق شبلی لکھتے ہیں:

"ملک کے ہر حصے میں معذور، اپاہج، محتاج، بیواؤں اور یتیموں سب کے روزینے مقرر تھے جو شاہی خزانے سے ان کو بروقت ملا کرتے تھے۔ یہ بات سلطنت کے ضروری قوانین میں داخل تھی کہ جو شخص فقر و فاقہ کا شاکی ہو، اس مقام کا حاکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا تو اس کو کام مہیا کرے یا بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دے... مامون کی فیاض لائف پر اگر کچھ نکتہ چینی کی جاسکتی ہے تو یہ کہ اس کا رحم و انصاف اعتدال کی حد سے بڑھ گیا تھا۔ بدزبان شعراء اس کی ہجو لکھتے.... خود اس کے خدام گستاخیاں کرتے مگر اس کو مطلق پروانہ ہوتی۔" (المامون طبع دہلی ص ۹۲، ۹۳)

تاریخ اسلام میں حجاج بن یوسف کا دور ظلم کے لئے سب سے مشہور ہے۔ لیکن یہ سب ظلم سیاسی نوعیت کے تھے اور خواص تک محدود تھے۔ ورنہ جہاں تک عوام کا تعلق تھا۔ خلیفہ عبدالملک کا دور غربا کے لئے سنہری دور تھا۔ اس کا ثبوت کامل ابن اثیر وغیرہم کی تواریخ سے مل سکتا ہے۔ اور مولانا شاہ معین الدین دہلوی نے اسی تاریخ اسلام میں حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دور کے رفاہی کام خلفائے راشدین کے دور سے بھی زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں ہمیشہ عدالتوں سے انصاف مفت اور جلد ملتا رہا ہے۔ کسی قسم کی کورٹ فیس یا وکیل کی فیس کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا کمترین دور بھی عدل و انصاف اور معاشی بہبودی کے لحاظ سے مغربی تاریخ کے کسی بھی اعلیٰ ترین دور سے ہر لحاظ سے ارفع و اعلیٰ رہا ہے۔ قاضی شریح حضرت عمرؓ کے دور میں بھی قاضی رہے اور بنی امیہ کے دور میں بھی قاضی رہے اور اسی طرح انصاف فرماتے رہے۔

خود ہندوستان کے متعلق ہسٹری آف انڈین کلچر کے پروفیسر ڈاکٹر ایشوری پرشاد کا بیان آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ آپ فیروز شاہ تغلق کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"فیروز شاہ نے ایسے تمام ٹیکس بند کر دیئے جو غیر قانونی اور غیر منصفانہ تھے۔ صرف انہی محصولوں کی آمدنی سرکاری خزانے میں لی جاتی تھی جو شرعی اور فقہی قانون کی رو سے جائز تھے۔ . .

. . فیروز شاہی عہد میں عدل و انصاف کی حکومت تھی... چیزوں کی فراوانی تھی اور سستے داموں ملتی تھیں اس لئے رعایا قانع اور دولت مند ہو گئی۔ فیروز شاہ کا یہ کارنامہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قوانین کی بدولت تھا جو اس نے اپنی ریاست اور بادشاہت کے لئے اختیار کئے۔" (ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک، صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۲، مطبوعہ اعظم گڑھ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پس ثابت ہوا کہ آج عوام کے سب سے بڑے دشمن وہ ہیں جو شریع محمدی نافذ کرنے کے سلسلے میں لیت ولعل کر رہے ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ:

"ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون . . . ھم الظالمون . . ھم الفاسقون ہ"

یعنی جو لوگ وحی کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں . . . وہی لوگ ظالم ہیں . . وہی لوگ فاسق ہیں!

یہ فیصلہ اس قرآن کا ہے جس کے مطابق پاکستان کا آئین بنانے کا دعویٰ کیا گیا ہے، اس خدا کا ہے جس کو پاکستان کے آئین میں حاکم اعلیٰ مانا گیا ہے۔ اب یہ کام عوام کا ہے کہ وہ موجودہ حکمرانوں کے بارے میں فیصلہ کریں کہ اگر ان کے فیصلے قرآن کے مطابق ہیں تو ان کو حاکم اعلیٰ کی اطاعت پر مبارکباد کے مستحق سمجھیں، یا انہیں احکام الٰہی کے مطابق فیصلے نہ کرنے پر حاکم اعلیٰ کے باغی تصور کرتے ہوئے انہیں اس بغاوت کی قرار واقعی سزا دیں۔

قرآن کی رو سے کسی کو ملازم رکھتے وقت دو چیزیں سامنے رکھنی ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ وہ متعلقہ کام کی صلاحیت اور قوت رکھتا ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ امین ہو اور تیسرے یہ کہ وہ تمام معاملات کی مناسب مقاہمت کرنے کی قوت بھی رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

"خیر من استاجرت القوی الامین"

دوسری جگہ حضرت یوسفؑ کی زبان سے قرآن یہ بات کہلواتا ہے:

"انی حفیظ امین"

گویا تین شرائط لازم ٹھہرایئں، امین، حفیظ اور قوی۔ اور موجودہ دور میں جہاں قرآن کی اور سب ہدایات کے خلاف کام کیا جا رہا ہے، وہاں اس ہدایت کے خلاف بھی عمل کیا جا رہا ہے اور اس کے نتائج سامنے آتے بھی رہتے ہیں۔ مثلاً مؤرخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء کے نوائے وقت میں یہ خبر موجود ہے کہ:

"ریلوے کے وفاقی وزیر مملکت میاں عطاء اللہ نے کہا ہے کہ ریل گاڑیوں کے ساتھ پولیس گارڈ ختم کر دیا گیا ہے کیونکہ پولیس والے پیسے لے کر بلا ٹکٹ مسافروں کو اپنے ڈبے میں سفر کراتے تھے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی روز کے اخبار میں دوسری خبر یہ ہے :

"مسٹر خٹک نے بتایا کہ نجی ٹیوب ویلوں کے لئے میٹر سسٹم ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے تاکہ ٹیوب ویل مالکان کو ان حالات سے دوچار نہ ہونا پڑے ، جو بدعنوانیوں کو جنم دیتے ہیں۔"

حکومت کبھی تو ٹیوب ویلوں کے لئے میٹر سسٹم جاری کرتی ہے اور کبھی ختم کرتی ہے لیکن اپنے افسروں اور ملازموں کو ایماندار نہیں بنا سکتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ملازم رکھتے وقت قرآنی شرائط کا لحاظ نہیں رکھتی اور تقویٰ اور پرہیزگاری اس کی نظروں میں لایعنی چیزیں ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بدمعاملہ اور بدعنوان قسم کے ملازم حکومت کے عہدوں پر سرفراز ہو جاتے ہیں۔ اور من مانی شروع کر دیتے ہیں۔

سرکاری دفاتر کا یہ حال ہے کہ ایماندار ملازم کے لئے دفتروں میں فٹ ہو جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ حکومت کا آوا ہی آوا بگڑا ہوا ہے اور اس کی وجہ اسلامی احکامات کی صریحاً خلاف ورزی اور قرآن سے باغیانہ طرز عمل ہے۔

ہم اس مضمون کو برٹرینڈ رسل —— جن کو حنیف رامے سے لے کر بھاشانی، مجیب اور بھٹو صاحب تک سبھی ہیرو اور عظیم انسان تصور کرتے ہیں —— کے قول پر ختم کرتے ہیں۔ برٹرینڈ رسل نطشے کے فلسفہ کے متعلق لکھتا ہے :

"god must be dethroned to make room for earthly tyrants." (P: 175 BY Bertrand Russell)

یعنی "خدا کو تخت سے اس لئے اتارا جاتا ہے تاکہ زمین کے جباروں کے لئے تخت خالی کیا جا سکے۔"

رسل کے اس بیان سے ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ خدائی قوانین اور شرح محمدی سے موجودہ دور کی حکومتیں کیوں گھبراتی ہیں اور مختلف بہانے بنا کر اسلامی قوانین کے نفاذ کو کیوں ٹالا جاتا ہے ؟

پھر برٹرینڈ رسل لکھتا ہے :

"Technical and scientific knowledge do not

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

make men sensible in their aims and .... administrators in future will be presumably no less stupid and no less prejudiced than they are at present."

(P: 47 Future of science By Russell)

یعنی تکنیکی اور سائنسی علوم لوگوں کو اپنے مقاصد میں سمجھدار نہیں بناتے اور اغلباً مستقبل کے حکمران آج کے حکمرانوں سے کم احمق اور متعصب نہیں ہوں گے"

اس کے بعد برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"پس سائنس حکمرانوں کی طاقت بڑھا کر نقصان کا کام کر رہی ہے۔ سائنس نیکی کی جگہ نہیں لے سکتی۔ اچھی زندگی کے لئے قلب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دماغ!" (صفحہ ۴۸ محولہ بالا)

برٹرینڈ رسل لیڈروں اور ان کے حامیوں پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"In former days men sold themselves to the devil to acquire magical powers. Nowadays they acquire these powers from science and find themselves compelled to become devils."

(P: 24 power by Bertrand russell)

یعنی "پرانے زمانے میں لوگ جادو کی طاقت حاصل کرنے کی خاطر اپنے آپ کو شیطان کے ہاتھ بیچ دیا کرتے تھے۔ آج کل لوگ سائنس کے ذریعے طاقت و حکومت حاصل کرتے ہیں اور پھر اپنے تئیں شیطان بننے پر مجبور پاتے ہیں"

برٹرینڈ رسل کی تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حکومت کی طاقت کو انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا تھا ——— اور اسلام انسانوں کی حکومت کا قائل نہیں بلکہ اللہ کی حکومت کا قائل ہے جو کہ قرآن و سنت کے قوانین کے مطابق ہوتی ہے اور جس سے انحراف اللہ سے بغاوت ہے۔

© rasailojaraid.com